رکھتے تھے نیز بہت زیادہ مُرتاض اور ولی اللہ آدمی تھے، اُن کی بزرگی اور فضیلت کے منکروں کا کہنا ہے کہ وہ فاسق تھے اور روم کے بادشاہ کی لڑکی کو اس کے پلنگ اور بستر سمیت موکلوں کے کاندھوں پر اٹھوا منگواتے تھے اور اس پری چہرہ کے وصل سے رات بھر لطف اندوز ہوتے تھے، وہ شہزادی روز بروز غم میں گھُلی جاتی تھی، کچھ دنوں کے بعد اُس نے اپنی ماں کو اس بات سے مطلع کیا اور ماں نے یہ بات بادشاہ تک پہنچائی، بادشاہ نے شہزادی کے خواب گاہ پر پہرہ بٹھا دیا تاکہ تمام رات جاگ کر شہزادی کے پلنگ کے اُٹھانے جانے والوں کو گرفتار کریں، لیکن وہ موکلوں میں سے کسی کو نہ دیکھ سکے، بس اتنا نظر آتا تھا کہ شہزادی کا پلنگ ہوا کے کاندھوں پر اُڑا جاتا ہے۔ اس امر میں پوری کوشش وسعی کے باوجود جب اُن لوگوں کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو انھوں نے بادشاہ کی خدمت میں حقیقت حال عرض کی، بادشاہ نے عقلمندوں کو بُلوا کر اس مسئلہ کے متعلق مشورہ کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ اس وقت اس سے بہتر کوئی اور دوسری صلاح نہیں ہوسکتی کہ ملکۂ آفاق رات کے وقت گرمجوشی اور اختلاط کی حالت میں اُس سے اُس کے شہر کا نام پوچھ لے۔ اور پھر بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا جائے، پھر کچھ لوگوں کو مناسب انعام کا لالچ دے کر اُس شہر میں بھیجا جائے وہ لوگ بظاہر اُس کے مریدوں یا شاگردوں کے زمرے میں داخل ہو کر اُس کے مسکن میں سکونت اختیار کریں، اور اس فکر میں رہیں کہ جس وقت وہ بدبخت جنابت کی حالت میں ہو یا آرام کے لئے جائے اُس پر قابو پاکر اُس کا کام تمام کردیں، بادشاہ نے عقلمندوں کی یہ رائے بہت پسند کی اور اسی پر عمل پیرا ہوا، بالآخر ایک روز حالتِ جنابت میں اُن لوگوں نے شیخ کو واصل بجہنم کردیا، اور اُس بلا سے شہزادی کو نجات مل گئی، بہرحال اس حکایت کے ناقل بھی شیخ کی فضیلت کے انکار کے باوجود عقل ودانش سے ہزاروں فرسنگ کے فاصلے پر ہیں، عجب نہیں کہ اُن کی عورتیں بھی شیخ کا قالب اختیار کرتی ہوں، شیخ سدو کا مزار امروہہ میں ہے۔

ہندوؤں کی بعض اور رسوم ہندو روزہ کو برت کہتے ہیں اور برت کی دو قسمیں ہیں۔ زرجل، کہ اس طرح کا روزہ رکھنے والا دوسرے دن کی صبح تک نہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، پھر صبح سے شام تک روزہ رکھتے ہیں یا نصف النہار یا قریب ظہر کے (سہ پہر) افطار کرتے ہیں، افطار کے بعد روزہ دار کی غذا مٹھائی جو کہ سنگھاڑہ

کی بنی ہوتی ہے اور جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ یا شکر کے پیڑے ہوتے ہیں۔

موت کی رسمیں | جب کوئی شخص مرتا ہے تو اُس کے لڑکے پر یہ واجب ہے کہ وہ اُسی وقت اپنے سر ڈاڑھی اور سبل کے بال بالکل منڈوائے، پھر اپنے عزیزوں اور پڑوسیوں کے ساتھ باپ کے جنازہ کو کاندھے پر لے کر دریا کے کنارے جلانے کی غرض سے جائے، اور اگر ماں مرے تو اُس صورت میں بھی لڑکے پر یہی عمل واجب ہوتا ہے، عرفِ عام میں یہ لوگ جنازہ کو ارتھی کہتے ہیں، اور بال منڈوانے کی رسم کو بھدرہ کہا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں ماتم کی رسم چار دن تک چلتی ہے۔ برخلاف مسلمانوں کے جس کے ہاں تیسرے دن رسوم ماتم ختم ہو جاتی ہیں، جس کا باپ مرا ہو اُس پر واجب ہے کہ ماتم کے اِن چار دنوں میں، اگر کوئی خاص وجہ مانع نہ ہو تو نہ سر پر ٹوپی رکھے نہ دستار باندھے بلکہ صرف ایک رومال لپیٹ لے اور لباس بھی پہننا ممنوع ہے اور زیر جامہ کے بدلے صرف ایک تاگڑی باندھے جس سے سر ڈھکا رہے، اور جوتا بھی نہ پہنے بلکہ کنکریوں اور کانٹوں سے پیروں کی حفاظت کے لئے صرف لکڑی کی کھڑاؤں استعمال کرے۔ جب ساٹھ سے زیادہ اور ستر کے لگ بھگ عمر کے بوڑھے باپ کا انتقال ہو اور اس کے پوتے یا پرپوتے ہو چکے ہوں تو اُس کے لئے رونا پیٹنا لڑکے پر لازم نہیں ہے بلکہ جنازے کے آگے آگے اُس کے قرابت دار، اور اُن کی اولاد، اور دوسرے پڑوسی لوگ اور اس کی اپنی اولاد و پوتے اور پرپوتے گاتے بجاتے اور آپس میں چہلیں کرتے ہوئے دریا کے کنارے تک جاتے ہیں، اور اُس کے جنازہ پر نقرئی اور طلائی پھول بھی بکھیرتے ہیں تاکہ وہ محتاجوں کے ہاتھ لگیں اور اُن کے کام آئیں، اور اُن کے جنازے پر چھت گیری نہیں ہوتی اور کفن میں لپٹے ہوئے مردہ کو ہر ایک راہ گیر دیکھتا ہے۔ اگر کسی کی عمر اتنی دراز ہو کہ اُس کے پوتے کے پوتے ہو جائیں تو اس کو ایک طلائی زینہ پر کھڑا کرتے ہیں یعنی سونے کا ایک چھوٹا سا اور حسین بنا کر اُس کے پیروں تلے رکھتے ہیں۔

سوگ | مختصر یہ کہ ایک جوان آدمی کی موت پر حامی کی بیوی اُس متوفی کے گھر کی عورتوں یعنی ماں، بہن، چچی، دادی اور خالہ کے مجمع میں آکر اُن کو ماتم کے لئے کھڑی کرتی ہے اور گریہ آور اندوہگیں آواز میں نوحہ خوانی کرتی ہے تاکہ وہ عورتیں بھی اُس کے ساتھ خود وہ الفاظ کہہ کر سر و سینہ پیٹیں، یہ ماتم ایسا ہوتا ہے کہ اُس سے در و دیوار کو بھی رونا آجاتا ہے، یہ طرز نوحہ پنجاب کے کھتری فرقے کی خصوصیات میں سے ہے، اس فرقے کے پورب کے

باشندے بھی پنجابیوں کی تقلید کرتے ہیں، لیکن اُن کے ماتم میں وہ شدت نہیں ہوتی، اگر کوئی بوڑھا مرتا ہے تو عورتیں بھی دل سے ماتم نہیں کرتیں۔ حالانکہ بظاہر سر و سینہ پیٹتی ہیں۔

پروہت | اور دلاک عورتوں کا حال یہ ہے کہ کھتریوں میں سارست برہمن کو جو اُن کا پیر و مرشد ہوتا ہے۔ پروہت کہتے ہیں۔ اور ایسا نہیں ہے کہ کھتریوں کا ہر ایک گروہ (فرقہ) ایک ہی پروہت پر اکتفا کرتا ہو بلکہ ہر ایک پیشہ کے لوگوں کا الگ الگ پروہت ہوتا ہے، یعنی برہمنوں کا ایک گروہ کھتریوں کے ایک فرقے سے تعلق رکھتا ہے تو دوسرا دوسرے فرقے سے، اور کھتریوں کے فرقوں میں پروہت کے بعد تیسر بھی ہوتا ہے۔ یہ پنجابی زبان میں ترقی خواہ اور دعاگو کو کہتے ہیں، اِن کی تین قسمیں ہیں، ایک تو بادہ فروش، دوسرے دلاک جو کھتریوں میں اپنے مخصوص لوگوں کی موتراشی کرتا ہے اُسے پنجابی میں جمان کہتے ہیں، تیسرے ڈوم جسے میراثی بھی کہتے ہیں۔ اور اُن کی عورتوں کو مراثن کہا جاتا ہے، ہندی میں مطرب کا ترجمہ ڈوم ہے، حجام ہمیشہ ہندو ہوگا اور بادہ فروشوں میں بعضے ہندو اور بعضے مسلمان بھی ہوتے ہیں، البتہ ڈوم قدیم زمانے سے مسلمان ہی ہیں، یہ لوگ نوکری نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ اپنے جمانوں کی دولت پر بسر اوقات کرتے ہیں کھتریوں کے ہاں شادی بیاہ کے دنوں میں اُن کی عورتیں زنان خانوں کی مہتمم اور مختار ہوتی ہیں، اور یہ بات صرف کھتریوں پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ بعض ہندوؤں کے علاوہ جو شاذونادر ہیں، تمام ہندوؤں کے فرقے بر سبیل بدلیت ان چاروں فرقوں سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں۔ بعضے ڈوموں کی لڑکیاں، جو حسین و جمیل، شوخ و طناز اور چالاک ہوتی ہیں، امیروں کے گھروں میں گانے بجانے کی تقریب میں جاتی ہیں اور عالم تنہائی میں صاحب خانہ یا اُس کے لڑکے کے ساتھ بے حجاب ہو جاتی ہیں، خواہ زرِ نقد کی امید میں یا اُس کے حسن و شباب پر فریفتہ ہو کر اُس کے ساتھ حظِ نفسانی اُٹھاتی ہیں، اور حجت مرحلہ بھی طے کر لیتی ہیں تو لولیوں کی طرح حجاب سے باہر نکل کر ہر ایک شخص کے ساتھ جو کوئی بھی انہیں روپیہ دیتا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا یہودی ہو یا نصرانی، جسم فروشی کرتی ہیں، پھر اُنہیں جمانوں کے گھر میں نہیں گھسنے دیا جاتا۔ دلاک کو ہندی میں نائی اور اُس کی عورت کو نائن کہتے ہیں۔ اُنھیں اگر میراثی اور میراثن بھی کہہ دیا جائے تو غلط نہیں ہے۔

....

گیا | باپ کے مرنے کے بعد لڑکے کا گیا جانا نہ صرف خود اُس کے لئے تحصیلِ ثواب کا باعث ہوتا ہے بلکہ اُس کے باپ کی روح کو بھی ثواب پہنچتا ہے، اُن کے مذہب میں گیا جانا حجِ اکبر سے کسی طرح کم نہیں ہے، لیکن دولتمندوں کے سوائے دوسرے کسی شخص کو یہ دولت میسّر نہیں آتی، گیا، عظیم آباد (پٹنہ) کے قریب ہندوؤں کی ایک عبادتگاہ ہے، اور ہر ہندو ہر سال کسی مقررہ دن پر اپنے باپ کی نذر کا کھانا پکوا کر برہمنوں کو کھلاتا ہے اور ساتھ ساتھ اُنہیں نقدی بھی دیتا ہے، اِس عمل کو سرادو کناگت کہتے ہیں، سرادو کناگت دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن تمام ہندو اس پر ایک ہی دن عمل نہیں کرتے، ہفتے کے سات دنوں میں سے ہر شخص اُس دن جس دن اُس کے باپ نے دنیا سے کوچ کیا تھا اور ہر سال اس مہینے اور ہفتے کے اُس متعین دن کو کھانا برہمنوں کو کھلاتا ہے۔ ایسے دن کے کھانے سے نان، پلاؤ، اور گوشت پکوانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ مذکورہ دن کے کھانے میں گوشت سے پرہیز کیا جاتا ہے، لہٰذا کھانے کی وہی چیزیں ہوتی ہیں جو گھی میں تل کر پکائی جاتی ہیں یا دوسرے لوازمات میں گھی میں تلی ہوئی سبزی اور میٹھا دہی ہوتا ہے، ہندرت کے بعض ہندوستانی گھروں میں اُڑد کی کالی دال اور روٹی بھی پکائی جاتی ہے، اور دعوت میں کھانے کی نوعیت اور برہمنوں کی تعداد میزبان کی حیثیت پر موقوف ہوتی ہے۔ بعضے جو بہت مفلس ہیں ایک ہی برہمن کو کھانا کھلانے پر اکتفا کرتے ہیں، اور کناگت میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر ایک برہمن کے کھلانے کی حیثیت ہوتی ہے تو متوفی بوڑھے کا لڑکا دوسرے برہمن کو نہیں بلاتا، اور اگر سفر میں ہوتے ہیں تو جو بھی برہمن وہاں مل جائے وہ کافی ہے۔

لڑکے کی شادی کے رسوم | اور لڑکے کی شادی کی یہ رسم ہے کہ پروہت کی بیوی، لڑکے والے کی طرف سے جا کر لڑکی والوں کے ہاں پہلے سلسلہ جنبانی کرے۔ اگر طرفِ ثانی کو راضی پاتی ہے تو واپس آکر لڑکے کی ماں کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرتی ہے۔ اور بعد ازیں اُس طرف کی بزرگ عورتیں مثلاً ماں، دادی، چچی، خالہ اور بڑی بہن جو بھی زندہ موجود ہوں، پروہت اور نائن اور بادہ فروش کی عورت اور ڈومنی کو ہمراہ لے کر لڑکی والوں کے ہاں جاتے ہیں، پھر لڑکی کی سیرت اور صورت کے حُسن و قبح اور اُس کے گھر کی عورتوں کے طور وطریقے کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد مصری کی ایک ڈلی لڑکی کے منہ میں ڈالتے ہیں۔

اکثر صغر سنی ہی میں لڑکی کو شوہر کے حوالے کر دیا جاتا ہے، مسلمانوں کے برخلاف اس معاملے میں سات سال سے گیارہ سال تک توقف کیا جاتا ہے اور اس کے سوا جو کچھ ظہور میں آتا ہے وہ مفلسی اور غربت کی وجہ سے ہے۔ لڑکے کی شادی تو جوان ہونے پر بھی کی جاسکتی ہے لیکن اگر لڑکی کی عمر دس سال سے زیادہ ہو جائے تو لڑکی کے والدین پر دانہ پانی حرام ہو جاتا ہے جب تک کہ اُس کی شادی نہ کر دیں، مصری کی ڈلی کھلانے کے بعد لڑکی کے ہاتھ میں انگوٹھی بھی پہناتے ہیں، بعد ازیں لڑکی کے گھر کی عورتیں لڑکے کے گھر پر دہبت، نائن اور باؤ فروش کی عورت اور ڈومنی کو ساتھ لے کر جاتی ہیں، بلکہ اُن کے شوہر بھی آکر لڑکے کے دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں، لڑکے کو بھی مصری کی ڈلی کھلا کر اُسے بھی انگوٹھی دیتے ہیں، اور واپس لوٹ آتی ہیں، اگر اس مدت میں یعنی رخصتی ہونے سے پہلے لڑکا فوت ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں لڑکی کی دوسرے سے شادی کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر شادی ہو جانے کے بعد یہ حادثہ وقوع پذیر ہو تو بیوہ لڑکی اپنی ساس کے ساتھ بیٹھی رہتی ہے یا اگر بدرجۂ مجبوری شوہر کے گھر والوں میں کوئی فرد باقی نہ رہا ہو یا مفلسی کی وجہ سے اِس کے نان نفقہ کا بوجھ نہ اُٹھا سکتے ہوں تو وہ اپنے ماں باپ کے گھر آجاتی ہے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اُس کا عقد کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دیا جائے، مختصر یہ کہ اُس بیوہ کے لئے اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ یا تو وہ اپنی باقی عمر سوگ میں گذار دے یا ستی ہو جائے۔

ستی | ستی سے مراد وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ آگ میں زندہ جل جائے، ہندی میں ستی کے لغوی معنی ہیں شوہر کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے تعلق نہ رکھنا اور اصطلاحاً مطلب وہی ہے جو بیان کیا گیا۔ اور ست دو قسم کا ہوتا ہے، یا تو عورت اپنے شوہر کے ساتھ جل جائے یا اُس کی وفات کے بعد ترکِ لذات کر دے یعنی کھانا پینا، پہننا وغیرہ چھوڑ دے، بعضوں کے نزدیک پہلی صورت دوسری سے زیادہ مشکل ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ دوسری صورت زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ ست لوک، آسمان کے اُس مقام کا نام ہے، جہاں ستی عورتیں رہتی ہیں، چونکہ اُن کے عقیدہ کے مطابق ست لوک میں ہر وہ شے جس کی ستی عورت خواہش کرے بآسانی مل جاتی ہے، مگر دہی نہیں ملتا، اس لئے ستی کے سوار ہونے کے وقت اُسے تھوڑا سا دہی کھلا دیتے ہیں۔

ستی ہونے کا طریقہ | قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہوجاتا ہے اور اُس کی بیوی ستی ہونے پر اصرار کرتی ہے تو اُس کے ماں باپ اور ساس سسر پہلے اُسے اس بات سے روکتے ہیں اور اُس سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تجھے کھانا کپڑے دیں گے، اگر وہ اُن کے وعدوں پر اعتماد کرلیتی ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ رو پیٹ کر اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں، پھر وہ نئی نویلی دلہنوں کی طرح ہاتھوں اور پاؤں میں مہندی لگاتی ہے اور نتھ پہنتی ہے جو بیوہ عورتوں کے لئے ممنوع ہوجاتی ہے، پھر سُرخ لباس زیب تن کر دلہنوں کے سے دوسرے سنگھار کرتی ہے، اُس کے شوہر کو ارتھی پر لٹا دیا جاتا ہے اور شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ، جس میں نوبت، نقارے، ہاتھی اور گھوڑے اور دُوسرے ہندوستانی ساز ہوتے ہیں نیز سنہری اور نقرئی ہودجوں سے سجے ہوئے ہاتھی اور خوشرنگ گھوڑے، پیادہ اور سوار فوج بھی ساتھ ہوتی ہے۔ اس طرح یہ جلوس ستی ہونے والی عورت کو ایک طلائی زین سے آراستہ گھوڑے پر سوار کرکے لے جاتا ہے۔ ستی کے ہاتھ میں ایک سالم ناریل دے دیا جاتا ہے تاکہ وہ راستے بھر اُسے دائیں ہاتھ سے اُچھال کر بائیں میں اور بائیں سے دائیں بدلتی رہے۔ چند آدمی مضبوطی سے گھوڑے کی لگام تھامے رہتے ہیں تاکہ وہ گھوڑے سے اُتر کر بھاگ نہ جائے، اگرچہ ستی کی سواری کا گھوڑا بہت ہی سدھا ہوا ہوتا ہے، اور ستی کا جلوس حاکمِ وقت کے دروازے کے سامنے سے نکلتا ہے۔ کبھی کبھی حاکم بھی اس جلوس میں شریک ہوجاتا ہے۔ یہ بات داخلِ آئین ہے کہ چاہے حاکم ہندو ہو یا مسلمان وہ ستی کے جلنے سے پہلے اُس کی خواہش کے مطابق روپیہ دینے کا وعدہ کرتا ہے، اگر وہ دیکھتا ہے کہ ستی روپیہ لینے کے لئے راضی نہیں ہوتی تو مجبوراً وہ گھر واپس ہوجاتا ہے، ستی کے جلوس کے ساتھ نوبت بجانے کا حکم بادشاہوں اور امراء کی طرف سے ہے، اور جب ستی لکڑیوں کے انبار پر بیٹھ کر اپنے شوہر کے سر کو اپنے زانوں پر رکھ لیتی ہے تو اُس وقت بھی حاکم یا بادشاہ کی طرف سے کوئی شخص جاکر اُس سے آئندہ زمانے کا حال پوچھتا ہے تاکہ بادشاہِ وقت اور اُس کی بیوی کے حق میں اس کی زبان سے دعائے خیر نکلے جو اُس کی دولت دوام اور درازئ عمر کا موجب ہو، بادشاہ یا حاکم کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ستی سے بعض باتیں دریافت کرتے ہیں۔ اب اس انبار میں چاروں طرف سے آگ لگادی جاتی ہے، یہاں تک کہ ایک ہی لمحے میں دونوں جل کر خاک

ہو جاتے ہیں، ستی کے جلوس کی شان و شوکت اور اس کے ہمراہ لوگوں کے ہجوم کا انحصار حاکم کے شکوہ اور شہر کی آبادی پر ہوتا ہے، ہندوؤں میں ستی کی اتنی عزت کی جاتی ہے کہ اُسے تحریر میں لانا دشوار ہے، بعض مسلمانوں کے نزدیک زندہ ستی ہونا جہنم کا ایندھن بن جانے کے مترادف ہے مگر اس خیال کے بہت کم مسلمان پائے جاتے ہیں، کیونکہ نیچے درجے کے مسلمانوں کو چھوڑ کر شرفا میں جوق جوق مسلمان ستی کو کاملانِ عشق میں سے سمجھتے ہیں اور اس کے اس عمل کو عشق کا مظاہرہ مانتے ہیں، اور ستی کو شریف ترین عورتوں میں شمار کرتے ہیں اور یہ لوگ اس عورت کے حال پر جو عالم شباب میں شوہر کے سر کو اپنے زانوؤں پر رکھ کر خندہ پیشانی سے جل جاتی ہے، زار زار روتے ہیں، ہندوؤں میں یہ بھی قاعدہ ہے کہ لکڑی کے تودہ میں آگ لگاتے وقت اگر ستی اپنے شوہر کا ساتھ چھوڑ کر باہر نکل آئے تو پھر اُس کے وارث اُسے اپنے گھر میں داخل نہیں ہونے دیتے، بلکہ یہاں تک کہ جس کھانے کو اُس کا ہاتھ لگ جائے اُسے ہاتھ نہیں لگاتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت تک ستی گھر پر ہے اگر اُس کا ارادہ بدل جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن جب وہ عورت اور اس کا مُردہ شوہر ایک مقام پر ہو گئے تو دونوں پر مُردہ ہونے کے حکم کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اُس ستی کے ہاتھ کا کھانا جو آگ کے خوف سے اپنے شوہر کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ آئی ہو ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کوئی کسی مُردے کے ہاتھ کا کھانا کھالے۔ لیکن آگ سے ستی کے بھاگنے کا واقعہ شاذونادر ہی وقوع میں آتا ہے۔

کھتریوں کی شادی بیاہ کے رسوم اب یہاں سے کھتریوں کی رسوم شادی کا بیان کرتا ہوں۔ جب کسی کھتری کے لڑکے کی شادی ہوتی ہے تو شبِ عروسی سے چند روز پہلے لڑکے کو نہلا کر زعفرانی لباس پہناتے ہیں اور شرطیہ ہے کہ اُس کو نہلانے اور بدن ملنے میں اُن نائیوں کے علاوہ جن کو میراثی کہتے ہیں، کوئی دوسرا شریک نہ ہو، نہانے سے پہلے جو لباس اُس کے جسم پر ہوتا ہے اُس کو یہی لوگ لے جاتے ہیں، اور اسی طرح اُس دن لڑکی کے والدین بھی دلہن کو آراستہ کرتے ہیں اور مالنیں ہرے پتوں کی مالائیں بنا کر لڑکے اور لڑکی کے مکانوں پر شگون کے لئے آویزاں کرتے ہیں، ہندی میں اس کو بندھوار کہتے ہیں، لڑکے اور لڑکی کو نہلانے اور انہیں رنگین لباس پہنانے کی اس رسم کو مائیں بٹھانا

کہتے ہیں، مانجھی کا مطلب ہے لڑکا اور لڑکی اُس زمانے میں کھیل کود وغیرہ میں حصّہ نہیں لے سکتے، کسی کے گھر آجا نہیں سکتے اور لڑکا بغیر ہتھیار کے (جو مرد کا زیور ہے) گھر کے باہر نہیں نکل سکتا۔ یہ بھی رسم ہے کہ ایک انگشتری ریشم میں باندھ کر لڑکی اور لڑکے کو پہناتے ہیں، اُسے کنگنا کہتے ہیں، اور اسی دن سے دونوں گھروں میں ڈومنیاں بدھائی گانا شروع کر دیتی ہیں، کم حیثیت اور غریب آدمیوں کے گھر تو یہی ڈومنیاں جمع ہو جاتی ہیں البتہ دولتمندوں کے ہاں دوسری ڈومنیاں بلکہ لولیاں (طوائفیں) بھی آکر رقص کرتی ہیں، دوست واحباب، عزیز واقربا اور دور پڑوس کے عورت مرد جمع ہو کر کھانے اور مٹھائیاں کھاتے ہیں اور دن رات گانا سننے اور ناچ دیکھنے میں مشغول رہتے ہیں، لیکن اِس رقص و سرود پر بس نہیں ہوتا، دولھا کی سالیاں، کنبے برادری کی عورتیں اور اس کی بہنیں ایک جگہ جمع ہو کر ڈھولک بجاتی ہیں اور رسیلی آواز میں ستھنی گاتی ہیں۔

ستھنی | ستھنی ہندی کے چند الفاظ ہیں، جن کا مجموعہ خاص وزن اور قافیوں پر مشتمل ہوتا ہے، اس کے بول بہت فحش ہوتے ہیں اور مردوں کے لئے مخصوص ہے، گاتے وقت عورتیں جس شخص کا نام چاہتی ہیں، اُس میں شامل کر لیتی ہیں، بعضوں کا کہنا ہے کہ یہ امیر خسرو کی ایجاد ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن امیر خسرو کے بعد دوسرے لوگوں نے ستھنیاں اختراع کی ہیں اور اب بھی موزوں کرتے ہیں، یہ مردوں پر موقوف نہیں، عورتیں بھی فحش الفاظ جمع کر کے استھنیاں موزوں کر لیتی ہیں اور اس میں برادری اور پڑوس کے وضیع و شریف مردوں اور عورتوں، کنیزوں، غلاموں اور نوکروں کے نام بھی شامل کر لیتی ہیں۔ اور بلند آواز سے بے دھڑک گاتی ہیں، اگر اس زمانے میں یہ عورتیں کسی ضرورت سے لڑکی کے گھر یا کسی دوسری جگہ جاتی ہیں تو سب پیدل اور بے پردہ جاتی ہیں اور کوچہ و بازار میں ہر دس قدم پر ٹھہر ٹھہر کر ایک فحش ستھنی گاتی ہیں اور پھر بڑھ جاتی ہیں، اسی طرح پھر کچھ دور چل کر ٹھہر جاتی ہیں اور یہی ہنگامہ برپا کرتی ہیں، یہاں تک کہ اُن کی منزلِ مقصود آجاتی ہے، اسی طرح گاتے بجاتے رنگ رلیاں مناتے ہوئے راستہ طے کرتی ہیں، اگر لڑکی کا گھر چند منزلوں کے فاصلے پر واقع ہو اور لڑکے کے قرابت داروں کے لئے سواری کے بغیر سفر طے کرنا ممکن نہ ہو تو یہ عورتیں بہل اور رتھ کی سواری میں چلتی ہیں، اور جب نئے شہر میں داخل ہوتی ہیں تو کارواں سرائے تک بلند آواز سے ستھنیاں گاتی جاتی ہیں، جب وہ صبح ہوتی ہے جس کی شام کو

لڑکا شادی کے لئے لڑکی کے گھر کے لئے سوار ہوگا تو سورج نکلنے سے پہلے لڑکے کو اُس گھوڑی پر سوار کرکے جو اس کی سواری کے لئے متعین ہو چکی تھی، لڑکی کے گھر لے جاتے ہیں، وہ لڑکا اُسی رنگین لباس میں ہوتا ہے جو کچھ دیر پہلے اُسے پہنائے گئے تھے، اور یہ بھی لازمی ہے کہ اُس وقت لڑکا اپنے کاندھے پر شمشیر ڈال کر سوار ہو اور تمام مسافت اسی طرح طے کرے، پھر لڑکی کے گھر پہنچ کر وہ لکڑی کے ایک تخت پر بیٹھتا ہے وہاں ایک برہمن اُس کے سامنے شگون کے لئے کچھ منتر پڑھتا ہے اور اُسے رخصت کرتا ہے، جب لڑکا گھر واپس آتا ہے تو ذرا دن چڑھنے پر اُس کے والدین مصری، مٹھائی اور میوہ ماکوس اور گور کہ اور کچھ دوسری چیزوں سے بھرے ہوئے خوان لڑکی کے گھر روانہ کرتے ہیں۔

شہ بالا | اور دولھا سے کم عمر کے کسی لڑکے کو بھی اُس کے پیچھے گھوڑے پر بٹھاتے ہیں۔ اِس لڑکے کو ترکی میں ساقدوش اور ہندی میں شہ بالا کہتے ہیں۔

جب اس طرح دن گذر جاتا ہے اور تارے نکل آتے ہیں تو دولھا کے والدین کی حیثیت کے مطابق برات کا مجمع اُس کے گھر کے سامنے جمع ہوتا ہے، پھر برہمن آتے ہیں اور مناسب طریقہ سے شگون بچارتے ہیں، جب ان تمام ضروریات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو دولھا کو نہلا کر اُس کی گردن میں زنار باندھتے ہیں، کیونکہ بغیر زنار کے اُسے کھتری ہی نہیں کہا جا سکتا، کچھ کھتری تو شادی ہونے سے پہلے ہی لڑکے کی گردن میں زنار باندھ دیتے ہیں، اور بعضے شادی کی رات کو باندھتے ہیں، پہلی رسم تو تمام زنار بند ہندوؤں کا طریقہ ہے اور دوسری صورت بعض لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ غرض یہ کہ نہلانے کے بعد جامہ زرباف (سنہری جامہ) جو شادیوں کے موقع پر کرایہ پر لیا جاتا ہے، دولھا کو پہناتے ہیں۔ اور چاندی کا تاج جسے مُکٹ کہتے ہیں اُس کے سر پہ رکھ کر اُسے گھوڑی پر سوار کرتے ہیں اور اُس کے سر پر چتر لگایا جاتا ہے، کھتریوں کے نزدیک دولھا کی سواری کے لئے گھوڑا، ہاتھی یا پالکی میں سے کوئی سواری بھی باعثِ برکت وسعادت نہیں سمجھی جاتی، اس مقصد کیلئے صرف گھوڑی ہی کام آتی ہے، گھوڑی کی سواری کو شاہانہ سواری سمجھا جاتا ہے، بلکہ ہندی زبان میں عورتیں لڑکوں کو دعا بھی یہ دیتی ہیں کہ "خدا تجھے گھوڑی پر چڑھائے" یعنی تیری شادی ہو جائے، یہ سواری کھتریوں کی ہی خصوصیت ہے، دوسرے ہندوؤں کا اس سے

کوئی واسطہ نہیں ہے، گھوڑی پر سوار ہوتے وقت لڑکے کے دروازے پر خوش الحانی سے عورتیں جو گانا گاتی ہیں اُسے بھی گھوڑی ہی کہا جاتا ہے، اپنے گھر سے دولہا کو سوار کر کے باجے تاشے کے ساتھ اور آتشبازی چھوڑتے ہوئے دھوم دھڑکے سے اُسے دلہن کے گھر تک لے جاتے ہیں، دولہا کو گھوڑی سے اُتار کر معہ اُس کے ہمراہیوں کے، جو ہندی میں براتی کہلاتے ہیں، دلہن کے گھر کے قریب کسی مکان میں بٹھا دیا جاتا ہے جسے لڑکی والوں نے ہمسایہ سے عاریتاً یا کرایہ پر حاصل کیا ہوتا ہے یا وہ اُس کا نجی مکان ہوتا ہے، یہ مکان براتوں کے لئے بڑے پیمانہ پر سجایا جاتا ہے اور اُسے ہندی میں جنواسہ کہتے ہیں۔ جب رات کا آخری پہر یا اُس سے کچھ زیادہ وقت باقی رہ جاتا ہے تو دولہا کو اس کے والد، بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ دلہن کے گھر میں لاتے ہیں، اور اب برہمن سنسکرت کے وہ اشلوک پڑھتے ہیں جو شادی کے موقعوں کے لئے مخصوص ہوتے ہیں، لکڑی کے ایک ڈھیر میں آگ روشن کر کے لڑکی کے دوپٹہ کا ایک پلّو لڑکے کے پلّو سے مضبوط باندھ کر دونوں کو آگ کے چاروں طرف چند بار چکر لگواتے ہیں، اِس عمل کے بعد گویا لڑکے اور لڑکی کے درمیان میاں اور بیوی کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے، جب تک ان دونوں کو ہون کے چاروں طرف چکر نہ لگوائیں اُس وقت تک یہ رشتہ پیدا نہیں ہوتا۔ اگر اس عمل سے پہلے شوہر پر کوئی آفتِ ناگہانی نازل ہو جائے تو دلہن کے والدین کو پورا اختیار ہے کہ وہ جس شخص سے چاہیں لڑکی کا دوسرا رشتہ کر دیں، لیکن اس عمل کے بعد اگر اُسی رات کو شوہر کا انتقال ہو جائے اور لڑکی سو سال کی عمر بھی پائے تو بھی دوسرے مرد سے رشتہ قائم نہیں کر سکتی، ہندی میں اس عمل کو پھیرا کہتے ہیں، اور دلہن کے دوپٹہ کے چھور کو دولہا کے پلّے سے باندھنے کو گٹھ جوڑ کہتے ہیں۔ بعض لوگ تو دولہا کو برات کے ساتھ اُسی صبح کو رخصت کر دیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ براتیوں کو تو رخصت کر دیا جاتا ہے مگر دولہا کو دو تین دن کے بعد بھیجتے ہیں۔ لیکن دُولہا کے رخصت ہونے کے دن براتی پھر آ کر جمع ہوتے ہیں، اور یہ بھی رسم ہے کہ جب دولہا، دلہن کو اپنے ہمراہ لے کر والدین کے گھر پہنچتا ہے تو اس کی ماں دروازے پر کھڑی ہو کر پانی سے بھرا ہوا ایک کٹورا دُولہا اور دُلہن کے سروں پر واری کرتی ہے اور پھر وہ پانی پینے کا ارادہ کرتی ہے مگر لڑکا بڑی پھرتی سے اپنی ماں کے ہاتھ سے پانی کا برتن چھین لیتا ہے، اور اُسے پینے نہیں دیتا۔

یہ بات بھی سامعین کے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ لڑکی کو شادی کی رات سے پہلے نہلاتے وقت لڑکی والے اُس کے بدن کا میل جمع کر لیتے ہیں اور اُس کو ہم وزن آٹے میں گوندھ کر ایک ٹکیا پکاتے ہیں اور وہ دولھا کو کھلاتے ہیں، لیکن جب دولھا کے والدین نے پہلے ہی اُسے اس بات سے آگاہ کر دیا ہوتا ہے، وہ نہیں کھاتا، ورنہ اکثر لڑکے کھا لیتے ہیں۔ دلہن کے تمام رشتہ داروں کو اڑوس پڑوس کے لوگوں کو اور اُس کے ماں باپ کے نوکروں کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں اور دوسرے مرد عورت جو خرید و فروخت کی غرض سے دولھا کے گھر آمد و رفت رکھتے ہیں، ادھر کے لوگوں میں سے جس کے منھ میں جو بھی آتا ہے بکتا رہتا ہے اور یہ لوگ دَم سادھ لیتے ہیں خصوصًا سالے اور سالیاں تو دولھا کو بُری طرح چھیڑتی ہیں اس میں ساس بھی حصّہ لیتی ہے۔

اگر دولھا دلہن میں خانہ داری کی صلاحیت ہے تو خیر ورنہ طرفین کی صغر سنی کی صورت میں دلہن پھر اپنے والدین کے گھر واپس آجاتی ہے۔ اپنے اور شوہر کے سنِ بلوغ کو پہنچنے تک وہ میکے ہی میں رہتی ہے جب شوہر جوان ہو جاتا ہے تو وہ آکر بیوی کو لے جاتا ہے اُسے ہندی زبان میں گونہ اور پنجابی میں مکلاوہ کہتے ہیں، جب وہ دوبارہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لاتا ہے تو لڑکے کی ماں پہلے کی طرح اس موقع پر بھی ہاتھ میں پانی کا کٹورا لے کر دروازہ پر کھڑی ہوتی ہے اور لڑکا اُسی طرح وہ برتن ماں کے ہاتھ سے چھین لیتا ہے، اِس کے بعد جیسا کہ شبِ عروسی کے ذیل میں بیان کیا گیا، اُسی طرح عورت اور مرد کے پلّوؤں کو آپس میں باندھتے ہیں، پھر مرد کے کندھے پر شمشیر ڈال کر اُسے آگے کرتے ہیں اور بیوی اُس کے پیچھے چلتی ہے اور قریبی رشتے اور پاس پڑوس کی عورتیں اُن کے پیچھے پیچھے گاتی بجاتی اُن دونوں کو کسی پکے کنوئیں پر لے جاتی ہیں، اِس اثناء میں اگر ہزار بار ہزار بازاری شریف و رذیل اور دوسرے لوگوں سے اُن کا آمنا سامنا ہو تو بھی وہ اُن کی بالکل پرواہ نہیں کرتی، کنوئیں پر پہنچنے کے بعد دولھا کو چاہیے کہ ایک چھوٹی سی لُٹیا کے گلے میں ایک ریشمی ڈوری کا پھندا لگا کر اُسے ایک ہاتھ سے پانی میں ڈالے اور جب وہ لُٹیا پانی میں غوطہ کھانے لگے تو اُسے اوپر کھینچ لے۔ اور پھر گھر واپس آجائے، لیکن مباشرت اِن رسومات کی تکمیل پر موقوف نہیں ہوتی، جب بھی زن و مرد میں اس کی اہلیت پیدا ہو جائے، وہ جب اور جہاں چاہیں

مباشرت کر سکتے ہیں، اس کے لئے اُن پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔

دھنگانا دھنگانا بھی ایک رسم ہے، اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ دلہن کے گھر والے انعام کی لالچ میں دولہا کے گھر والوں اور سمدھنوں پر دروازہ بند کر دیتے ہیں، یہ راجپوتوں کی رسم ہے لیکن کھتریوں میں اگر کوئی شخص اُن کی تقلید کرے تو کوئی مضائقہ نہیں،

کہا جاتا ہے کہ جب کسی کھتری کی لڑکی بیاہ کر اپنے شوہر کے گھر آتی ہے تو جب تک اُس کے کوئی بچہ نہیں ہو جاتا اُس وقت تک اُسے گوشت کھانے سے نہیں روکتے مگر حمل قرار پانے کے بعد اُسے اِس نعمت سے محروم کر دیتے ہیں، بعض لوگ وضعِ حمل کے بعد یہ پابندی عائد کرتے ہیں، اکثر عزت دار لوگ خواہ ہندو ہوں یا مسلمان جب اُس شہر میں وارد ہوتے ہیں جہاں اُن کے شہر کی لڑکی بیاہی گئی ہو تو وہ اس شہر کے باشندوں کے گھر پانی نہیں پیتے لیکن بڑے شہروں میں ایسا ممکن نہیں ہوتا بلکہ قصبوں میں ہوتا ہے کیوں کہ بڑے شہروں میں کثرتِ آبادی کی وجہ سے اِن باتوں کا نبھانا مشکل ہے، یہاں تک کھتریوں کی رسومِ شادی کا بیان تھا حالانکہ ان میں سے بہت سی رسمیں دوسرے فرقوں میں بھی مشترک ہیں۔

کشمیری برہمن اب کشمیری برہمنوں کے کچھ حالات بیان کرتا ہوں، اُن میں کچھ لوگ تو قدیم الایام سے اِسی بہشت نشان خطے (کشمیر) کے باشندے ہیں، اور کچھ دکن سے کشمیر پہنچے ہیں، کچھ قنوج سے گئے ہیں، اُن میں ہر ایک خاندان کے آدمی کے لئے ایک الگ لقب ہے اور اُسی لقب سے وہ پہچانا جاتا ہے اور یہ ان ہی لوگوں پر موقوف نہیں، وہاں کے مسلمانوں کے بھی مختلف لقب ہوتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اُن میں سے جو شخص کوئی پیشہ اختیار کر لیتا ہے وہ اُسی سے پہچانا جاتا ہے، کھانا پکانے والے اُسی جماعت کے لوگ ہیں۔ اور وہ باورچی کہلاتے ہیں۔ اور اُن میں جو شخص تحصیلِ علم کر لیتا ہے اور غربت سے تنگ آکر اپنی برادری کے لوگوں میں کسی کے ہاں بچوں کی تعلیم کی خدمت قبول کر لیتا ہے وہ تمام عمر اخوند یا معلم ہی کہلاتا ہے۔

عورتوں میں پردہ کا رواج اُن کی عورتیں اپنی برادری کے مردوں سے پردہ نہیں کرتیں، بالفرض ان میں سے اگر کوئی شخص ہفت ہزاری کے منصب پر فائز ہو جائے اور دوسرا شخص کسی کے ہاں طباخی کے پیشے میں دو روپیہ پر ملازم ہو تو قاعدہ یہ نہیں ہے کہ اُس امیر کی بیوی اِس فقیر سے اپنا منہ چھپائے، جب

اُس کا جی چاہے وہ بے روک ٹوک اُس کے زنان خانے میں جا سکتا ہے اور اُس پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔

کوچہ و بازار میں پیدل اور بے پردہ پھرنے کے باوجود اس فرقے کی عورتیں بہت پاکباز اور عفیف ہوتی ہیں، ان لوگوں میں دیکھا گیا ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد عورت ستی ہو جاتی ہے حالانکہ ہندوؤں کے دوسرے فرقوں کی عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں لیکن دوسرے فرقوں میں ندرت و اتفاق سے ایسا ہوتا ہے اور ان لوگوں میں یہ رسم کلیہ کا حکم رکھتی ہے۔

زنار بندی کی تقریب اس فرقے میں بچے کی زنار بندی کی تقریب سے زیادہ خوشی کا کوئی دوسرا موقع نہیں ہوتا۔ اس خوشی کے موقع پر یہ لوگ ہزاروں روپیہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑی فراخ دلی سے صرف کر دیتے ہیں۔ اور قسم قسم کی مٹھائیاں تیار کرا کر مقررہ حصوں کے مطابق برادری کے لوگوں کے گھروں پر بھیجتے ہیں اور رقص و سرود کی محفلیں آراستہ کرتے ہیں۔

متبنّیٰ کا معاملہ ان لوگوں میں جو شخص لاولد ہو وہ اِس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ اپنی برادری میں سے کسی کے لڑکے کو گود لے لے تاکہ اُس کے مرنے کے بعد وہ لڑکا اُس کے مال و اسباب اور دولت کا وارث بنے، اور ہندوؤں میں ماں باپ کی نجات کے واسطے جو اعمال اور رسمیں ہیں اُن کو ادا کرے۔ کہا جاتا ہے کہ متبنّیٰ کے اعمالِ صالح اُس کے حقیقی ماں باپ کے لئے کسی طرح سے بھی آخرت میں مفید ثابت نہیں ہوتے، البتہ جو کچھ وہ اپنے منھ بولے باپ کے لئے کرتا ہے وہ سود مند اور نافع ثابت ہوتے ہیں، یہ متبنّیٰ بھی اِسی لقب سے پکارا جاتا ہے جو اس کے منھ بولے باپ کا لقب ہے، اگر گود لینے کے بعد اُس کے منھ بولے ماں باپ سے کوئی اولاد پیدا ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں اگر لڑکا ہوتا ہے تو اس متبنّیٰ کا چھوٹا بھائی کہلاتا ہے اور لڑکی ہے تو چھوٹی بہن، اور منھ بولے باپ کے مرنے کے بعد یہی متبنّیٰ لڑکا میراث کا حق دار ہوتا ہے اور وہ لڑکا نہیں ہوتا جو اس کے صلب سے بعد میں پیدا ہوا تھا، جب تک حقیقی لڑکا کم عمر رہتا ہے اور اُس پر نابالغ ہونے کا اطلاق ہوتا ہے۔ متبنّیٰ لڑکے کے بارے میں معلوم ہونے کے باوجود بھی کبھی اُس کے دل میں یہ خیال نہیں گذرتا کہ یہ ساری دولت میرے باپ کی ہے، جب تک وہ بچہ ہے، بڑے بھائی کی زیادتیوں کو بھی برداشت کرتا ہے اور جب وہ جوان ہو جاتا ہے اور چھوٹے بھائیوں کی طرح اس متبنّیٰ کا رشتۂ ادب ملحوظ رکھتا ہے لیکن

اگر وہ کج رفتاری اور بدشعاری کو اپنا شیوہ بنالے تو ایسی صورت میں بڑے بھائی کو اختیار ہے کہ اُسے گھر سے نکال دے خواہ کچھ اُسے روپیہ پیسہ دے دلاکر یا بغیر کچھ دیئے دلائے۔ حاکم کو اس معاملہ میں مداخلت کی مجال نہیں ہوتی یعنی وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے اس کے باپ کے مال پر قبضہ کر رکھا ہے، مختصر یہ کہ حقیقت میں متبنّٰی ہی پدر خواندہ کا لڑکا سمجھا جاتا ہے، اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ لاولد لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے نواسے کو گود لے لیتا ہے اور وہ لڑکا اپنے باپ کو بہنوئی اور اپنی ماں کو بہن اور چھوٹے بڑے بھائی کو بھانجا سمجھتا ہے۔ اور وہ لوگ بھی یہی رشتہ ماننے لگتے ہیں، یعنی اُس کا باپ ہرگز اُسے اپنا لڑکا نہیں سمجھتا، اُس کی ماں اور بھائیوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے، اور باپ ہی کا کیا کہنا کہ جب وہ اس کو سالا، ماں اُس کو بھائی اور بھائی اُسے ماموں سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی لڑکا کسی لونڈی سے یا کسی دوسری قوم کی عورت کے بطن سے پیدا ہوا ہو تو اُس بچے کو باپ کی وراثت کا حق نہیں پہنچتا، میراث کا مختار کل متبنّٰی ہی ہوگا۔ چاہے وہ عمر میں اُس لڑکے سے چھوٹا ہو۔ جو لونڈی یا دوسری عورت سے پیدا ہوا ہے، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ہندوؤں میں اولاد کی شرافت کا تعلق ماں سے ہے باپ سے نہیں۔ اسی لئے برہمن اور کھتری کمر میں زنار باندھتے ہیں، اور بعض لوگ جو دولت کے نشے میں ان قیود کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے روپیہ پیسہ صرف کرکے کسی ایسے کم نسب لڑکے کو زنار بندھوا دیتے ہیں وہ ہرگز قابلِ اعتبار نہیں ہے، غیر شریف لڑکے کے ہوتے ہوئے بھی وراثت کا حق شریف زادہ نواسے کو پہنچتا ہے، لیکن عالی شان راجاؤں کی طرح دولتمندوں کی وراثت کا حق کارکنوں کے صلاح و مشورہ سے طے ہوتا ہے، اگر نواسہ نالائق، شریر خصلت اور کمینہ طبیعت کا واقع ہوا ہے تو متوفی کی جاہ و ثروت کی بقاء کی غرض سے غیر شریف لڑکے کو بھی میراث پہنچ جاتی ہے۔

شادی کی رسمیں | لڑکے اور لڑکی کی شادی سے متعلق اس گروہ کی اپنی رسمیں ہیں۔ برات کے دن لڑکے کی سواری کے لئے گھوڑی کے علاوہ کوئی دوسری سواری ہوتی ہے، خواہ گھوڑا ہو خواہ ہاتھی، اُن لوگوں میں کسی شخص کی لڑکی سے اپنے لڑکے کا بیاہ کرنا اور پھر اُس کے لڑکے کو اپنی لڑکی دینا معیوب نہیں سمجھا جاتا اس کے برعکس کھتریوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس قبیلے میں وہ لوگ اپنی لڑکی بیاہتے ہیں اُسی میں پھر اپنے لڑکے کے بیاہ نہیں کرتے، یہاں کے کایتوں کا حال کشمیر کے ہندوؤں یعنی وہاں کے برہمنوں سے مطابقت رکھتا ہے

پھیرے کی رسم ہندوؤں کے تمام فرقوں میں رائج ہے اور ضروری خیال کی جاتی ہے یعنی لڑکے اور لڑکی کو آگ کے چاروں طرف چکر لگواتے ہیں، کایتوں کی شادی کی تقریب میں کھانے کی دعوت پر رات کو کایتوں کے تمام فرقوں کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور انھیں کھانا اور شراب مہیا کی جاتی ہے، حتیٰ کہ انانی فرقے کایتھ بھی ہوتے ہیں جنھیں کایتھ اپنے قبیلے میں شمار نہیں کرتے اور رات کی خاص دعوت میں اپنے بھائی بندوں کے سوا کسی دوسرے کو اپنے گھر میں نہیں آنے دیتے، اُن کے ہر ایک فرقے میں دولہا کی سواری الگ الگ ہوتی ہے، بعضے اس کو گھوڑے پر اور بعضے پالکی پر جسے ہندی میں میانہ کہتے ہیں، سوار کرتے ہیں، میانہ میں دولھا کو ایک کم عمر لڑکے کے ساتھ مسند پر بٹھاتے ہیں اور دوسرے چاروں لڑکوں کو آگے پیچھے کھڑا کر دیتے ہیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چونری ہوتی ہے۔ اُن چھ لڑکوں کو کہار پالکی پر اُٹھاتے ہیں جو نفیس کپڑوں سے مزین کی جاتی ہے اور برات کے ہمراہ دلہن کے گھر تک جاتے ہیں۔

اور بیس لوگوں میں بھی دولھا کی سواری کے لئے ہاتھی استعمال کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کی استطاعت ہو، مختصر یہ کہ ہندوؤں میں شادی کی بعضی رسمیں مثلاً پھیرہ یا سہرہ اور بعض دوسری رسمیں مشترک ہیں۔ سہرا ایک چیز ہوتی ہے۔ جسے زردوز پھولوں سے گوندھ کر بنایا جاتا ہے، اور شب عروسی میں اُسے دولھا کے چہرہ پر اس طرح باندھتے ہیں کہ اُس کا چہرہ ڈھک جاتا ہے، البتہ بعض رسموں میں اُن کے درمیان کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر لوگ شادی سے ایک دو ماہ قبل ہندوستان کی مخصوص مٹھائیوں کے علاوہ گنڈورہ بنا کر برادری کے ہر گھر میں عموماً فی کس ایک گنڈورہ کے حساب سے بھیجتے ہیں اور کبھی امتیاز کی رعایت سے فی کس دو دو یا چار چار گنڈورے بھی بھیجتے ہیں۔ اور گنڈورہ کھانڈ کی گول ٹکیاں خمیری روٹیوں کے مانند ہوتی ہیں اور اِن کا وزن صاحبِ شادی کی خواہش کے مطابق آدھ سیر سے دو سیر تک ہوتا ہے، انھیں برادری کے گھرانوں میں تقسیم کرنے کے بعد اپنے ہندو اور مسلمان دوست و آشنا کے گھروں میں بھی بھیجتے ہیں۔

مُردے کو جلانے کی رسم | مُردے کو جلانے کی رسم اُن ہی فرقوں میں رائج ہے جو اہلِ شریعت ہیں۔ ورنہ دوسرے لوگ مُردے کو دفن کر دیتے ہیں یا دریا میں بہا دیتے ہیں اور سناسیوں کے فرقے میں ایک صاحب

ریاضت اپنے آپ کو زندہ ہی سپردِ خاک کر دیتا ہے یعنی وہ اپنے چیلوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ایک قبر کھود کر اُس میں اُسے لٹا دیں اور اُوپر سے قبر کو بند کر دیں، اُس کو سمادھ کہتے ہیں۔

اور تمام شرفا یعنی کھتری، برہمن، کایت اور راجپوت ایک بیوہ لڑکی کی دوسری شادی ہرگز نہیں کرتے، اور شاہانِ تیموریہ کو اپنی لڑکیاں دینے کی یہ جدید رسم قدیم رسموں میں شامل نہیں ہو سکتی کیوں کہ انھوں نے اپنی طبیعت کے برخلاف بدرجۂ مجبوری ذی اقتدار بادشاہوں کے اس خوف سے فرمان کو قبول کر لیا کہ مبادا انکار اور نزاع کی صورت میں وہ ملک و مال کو تاخت و تاراج کرنے پر آمادہ ہو جائے، لہٰذا جو عمل طوعاً و کرہاً ظہور میں آتا ہے وہ رسموں میں داخل نہیں ہے کیونکہ رسم وہ ہے جو کسی مجبوری کی بنا پر عمل میں نہ آئے اور اُس پر عمل نہ کرنے سے عمل کرنا فوقیت رکھتا ہو۔ اور جتنا بھی اس پر عمل کیا جائے وہ مسرورِ خاطر کا باعث ہو۔

راجپوت | راجپوت قوم کے جاہ و جلال والے راجا اپنے وزرا کے ساتھ اور اُن لوگوں کے ساتھ جو وزیروں کے مساوی ہوں، برابری کی سطح پر ملاقات کرتے ہیں اور جو شخص ان سے کم مرتبہ ہوتا ہے اُسے اپنے برابر جگہ نہیں دیتے، بلکہ وزرا اور اُن کے ہم پلہ لوگوں کی اولاد کو بھی اس طرح اپنی مسند پر جگہ دیتے ہیں کہ بڑا تکیہ جسے ہندی میں گاؤ تکیہ کہتے ہیں۔ اُن کی پُشت پر نہ ہو، بلکہ صاحبِ مسند کی بائیں اور دائیں جانب رکھی جانے والے دو تکیوں میں سے ایک تکیہ اُن کے سامنے ہوگا چاہے وہ اس کو زیرِ زانو رکھیں یا علیحدہ رکھ دیں، چار زانو ہو کر بیٹھنا بھی اُن کے نزدیک تہذیب کے خلاف ہے، دوزانو ہو کر بیٹھنا چاہیئے، کشمیری برہمنوں کے برعکس ہندوؤں کے دوسرے فرقوں کی طرح راجپوتوں میں بھی عورت کے ستی ہونے پر اتفاق ہے اور نیز راجاؤں میں یہ قاعدہ ہے کہ کوئی کم قدر شخص کسی عالی جناب کے ساتھ جو مرتبے میں صاحبِ خانہ کے برابر ہو، اگر کسی راجا کے گھر آئے تو مہمان کو چاہیئے کہ پہلے وہ اپنے ہمسر لوگوں کے ساتھ یا تنہا میزبان کی مجلس میں آئے، پھر وہاں بیٹھ کر اُس شخص کو طلب کرے جسے اپنے ساتھ لے گیا ہے، یہ اہتمام اس وجہ سے ہے کہ بعض راجا نجابت اور شرافت، دنیاوی مرتبہ و عزت میں بادشاہ کے خاندان سے مساوی درجہ رکھتے ہیں، اگرچہ جاہ و حشمت میں اُن سے کم تر ہوں اس لئے مال و دولت اور ظاہری تجمل کی کمی کی بنا پر بعض ہندوؤں اور مسلمان کے ساتھ جو ظاہری شان و شوکت میں ان سے برابر ہوں، توقیر و احترام سے

پیش آتے ہیں۔ اور ایک ہی مسند پر بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں، اور یہی لوگ جو اُن کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے ہیں، عالی شان راجاؤں کو اپنا آقا اور ولی نعمت اور اپنی امیدوں کا مرکز سمجھتے ہیں، اگر ایسا نہ بھی سمجھیں تو اُن کے ہم سر پھر بھی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تارک الدنیا فقیروں کے سوا کوئی دوسرا شخص اُس وقت تک، اُن کی مجلس میں باریابی حاصل نہیں کر سکتا، جب تک کہ وہ اُسے اپنے خادم یا نوکر کی مثل نہ سمجھیں، لہٰذا راجاؤں کی برابری عالی شان راجاؤں کے ساتھ اور کم مرتبہ اشخاص کی برابری باحشمت راجاؤں سے اس طرح ثابت ہوگی تو اس احتمال کی گنجائش ہے کہ کسی دن کوئی شخص کسی متوسط درجے کے راجا کے ساتھ کسی عالی شان راجا کے گھر جا پہنچے اور وہ تعظیم و تکریم جو درحقیقت اُس راجا کے واسطے ہو وہ بظاہر اُس کو بھی حاصل ہو جائے چاہے یہ بزعم خود ایسا سمجھے یا دوسرے یہ گمان کریں۔

ہندوؤں کی عورتوں میں ناک میں نتھ، بازوؤں پر دست بند اور کلائیوں میں چوڑیاں ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اُس کا شوہر زندہ ہے، چوڑیاں مختلف رنگوں کی کانچ سے بنائی جاتی ہیں اور یہ کانچ وہی ہے جس سے آئینے بنتے ہیں، ان راجاؤں کے علاوہ دکن میں راجپوتوں کی ایک شاخ ایسی بھی ہے جو اپنی لڑکیاں اپنے بھانجوں سے بیاہ دیتے ہیں، لیکن تمام راجپوتوں میں یہ رسم عام طور سے نہیں ہے۔ اور دکنی برہمنوں میں بھی اکثر عورتیں ستی ہو جاتی ہیں۔ چونکہ کشمیریوں کی اصل بھی دکن ہی سے ہے تو اُن میں ستی ہونا اسی اصل کی رعایت سے بطور رسم مشترک کے پایا جاتا ہے۔

ہندوؤں کی عورتوں میں پردہ | تمام ہندوؤں میں ایک شریف عورت اپنے سُسر، جیٹھ، چچا زاد بھائیوں اور اُن کی اولاد سے جو عمر میں اُس کے شوہر سے بڑے ہوں، پردہ کرتی ہیں۔ کنیزوں اور خادماؤں کے سوائے اپنی ساس اور دوسری عورتوں کی موجودگی میں بھی وہ نقاب ڈالے رہتی ہیں۔ اس معاملہ میں کشمیری عورتوں کی وہی رسم ہے جو مسلمان عورتوں میں ہے اور جس کا بیان اگلے باب میں ہوگا، یہ سب فرقے (جن کا اوپر بیان ہوا) ہندوؤں کے طبقہ اشراف میں شمار ہوتے ہیں۔

اب رذیلوں کا بیان شروع کرتا ہوں جو شودر کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں اُن کے چند گروہ ہیں مثلاً جاٹ، اہیر، کہار، باغبان ولودہ، کنبی، دھوبی اور کلال وغیرہ گروہ کلال نہیں جو شودروں میں

محسوب ہونے کے باوصف، شرفا کا تتبع کرتے ہیں اور خود کو ویش بتاتے ہیں حالانکہ یہ بات (یعنی اُن کا ویش ہونا) محض بے اصل ہے، مختصر یہ کہ غیر شریف قومیں شرفا میں مروجہ تمام رسوم کی قید سے آزاد ہیں، ان میں ایک عورت چار شوہر کرلیتی ہے اور اُن کے علاوہ بھی دوسرے مردوں سے دادِ عیش دیتی ہیں۔ مگر پردہ کے معاملے میں شریفوں کی تقلید کرتی ہیں، شراب پینا، ڈھول بجانا اور مردوں اور عورتوں کا باہم رقص کرنا، کہاروں کی رسموں میں سے ہے۔ رقصِ کہروا، جو ہندوستانی کسبی عورتوں میں رواج پاگیا ہے، دراصل کہاروں کی عورتوں کے لئے مخصوص ہے۔ اس رقص کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی حسین و جمیل نوعمر عورت کسی مرد کے سر سے اُس کی رنگین پگڑی اُتار کر اپنے سر پر رکھ لیتی ہے اور گیتوں کے کچھ مخصوص بول خاص دُھن اور طریقے کے ساتھ ادا کرتی ہے اور اسی طرح رقص کرتی ہے جیسے کہار اور اُن کی عورتیں شراب کے نشے کے عالم میں کرتی ہیں، شوقین نوجوان بہت بن ٹھن کر ایسی مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں، دوسری قوموں کے بارے میں بھی کہاروں کی اس کیفیت سے قیاس کرلینا چاہئے، وہ تمام عیوب جن سے شرفا کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں وہ سب اِن میں پائے جاتے ہیں۔

نوٹ:- اس قسط کے ساتھ مرزا محمد حسن قتیل کی کتاب "ہفت تماشائے" کے ترجمے کی بالاقساط اشاعت کا سلسلہ بند کیا جاتا ہے۔ اٹھارھویں اور اُنیسویں صدی کی معاشرت پر اس اہم کتاب کا مکمل ہندی اور اُردو دونوں زبانوں میں ترجمہ تفصیلی مقدمے کے ساتھ عنقریب کتابی صورت میں شائع ہوگا ——————— ڈاکٹر محمد عمر

فلسفہ کیا ہے؟

یہ ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب کے قیمتی مقالات کا مجموعہ ہے، ہیگل کا قول ہے کہ "جس مہذب قوم کا فلسفہ نہیں ہوتا اس کی مثال ایک عبادت گاہ کی سی ہے جو ہر قسم کی زیب و زینت سے آراستہ ہے لیکن جس میں قدس الاقداس کا وجود ہی نہیں"

ڈاکٹر صاحب کے مقالات پڑھ کر آپ اپنے فلسفہ سے پوری طرح باخبر ہوجائیں گے۔ مقالات کے چند سرنامے ملاحظہ فرمائیے:- (۱) قرآن اور فلسفہ (۲) فلسفہ کیا ہے؟ (۳) ہم فلسفہ کیوں پڑھیں۔ (۴) فلسفہ کی دشواریاں۔ قیمت:- مجلد دو روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ بُرہان، اُردو بازار، جامع مسجد، دہلی